بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اپریل 2018ء

رجب/شعبان ۱۴۳۹ھ

پیغام انٹرنیشنل

عالمگیر مرکز احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، ختم نبوت کی داعی واحد جماعت کا ترجمان

حضرت محمد مصطفی (صلی اللہ علیہ وسلم) آخری نبی ہیں اور اُن کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پُرانا

حضرت مرزا غلام احمدؒ مُدعی نبُوت نہیں مجدّد صد چہاردہم تھے، جس کی پیشگوئی نبی کریمؐ نے مسیح و مہدی کے القاب سے کی تھی۔

مدیران

شاہد عزیز

مسز سمیرا احمد

فہرست مضامین

1: مکالمہِ امام (حضرت مسیح موعود)۔ عالم خان وارشد علوی	2
2: مسکینوں کی خیر داری از ریاض احمد صاحب	4
3: احمدی کون ہے؟	7

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی حالیہ کامیابیاں

- ہماری برلن مسجد کی بیرونی تزئین و آرائش مکمل ہو چکی ہے۔ اب اندرونی مرمتوں کا کام شروع ہو گا۔ یہ پانچ سال کا پراجیکٹ ہے جس پر 1 ملین یورو سالانہ خرچ ہو رہا ہے۔
- ہیگ کی جماعت نے ایک تاریخی چرچ خرید کر مسجد میں بدل دیا ہے۔ اِس کے ہال میں قریباً لگ بھگ ہزار کے قریب قریب لوگ نماز ادا کر سکیں گے۔

عالمگیر (ذیلی مرکز)

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

پتہ برائے خط وکتابت

15 Stanley Ave, Wembley, UK HA0 4JQ

www.virtualmosque.co.uk

ای میل۔ info@aaiil.uk :

نشریات

وقت بمطابق برطانوی ٹائم

http://mixlr.com/radio-virtual-mosque

اعلان

جلد ہی جماعت کی ریڈیو نشریات پریمیر اسلامک ریڈیو سے نشر کی جائیں گی۔

www.virtualmosque.co.uk پر دیگر نشریات

پروگرام و اوقات

جمعہ-انگریزی	13:00
درس-بعد از جمعہ انگریزی	13:30
ماہانہ اجلاس-انگریزی-ہر ماہ پہلی اتوار	15:00
عیدین-انگریزی	11:00

پنجاب ریڈیو

عیدین-پنجابی	13:00	سکائی چینل نمبر 130

سکائپ

تقاریر اور تبادلہ خیالات-	ہر اتوار	09:00

سکائپ آئی ڈی

Lahori-Ahmadi

مکالمہِ امام

مرتبہ عالم خاں وارشد علوی

یعنی ایک حق جو(A seeker after truth)

دو تین روز سے لاہور کے ایک معزز اور قدیمی رئیس خاندان کے ایک پنڈت صاحب دارالامان میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ حضرت اقدسؑ کی زیارت اور آپ سے استفادہ کا انکا منشاء تھا۔26 دسمبر کی شام کو حضرت مسیح موعودؑ سے انکا جو مکالمہ ہوا اُسے ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔ (الحکم نمبر-1 جلد۔7۔ صفحہ نمبر۔ 5۔10، جنوری 1903)

پنڈت صاحب:۔ میں خُدا کا منکر نہیں ہوں اور نہ اس کا بندہ ہونے کا منکر۔

حضرت اقدس:۔ بات یہ ہے کہ خُداتعالیٰ پر ایمان دو قسم کا ہے ایک وہ ایمان ہے جو صرف زبان تک محدُود ہے اور اس کا اثر افعال اور اعمال پر کچھ نہیں۔ دوسری قسم ایمان باللہ کی یہ ہے کہ عملی شہادتیں اس کے ساتھ ہوں۔ پس جب تک یہ دوسری قسم کا ایمان پیدا نہ ہو میں نہیں کہہ سکتا کہ ایک آدمی خُدا کو مانتا ہے۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ ایک شخص اللہ تعالیٰ کو مانتا بھی ہو اور پھر گناہ بھی کرتا ہو۔ دنیا کا بہت بڑا حصہ پہلی قسم کے ماننے والوں کا ہے میں جانتا ہوں کہ وہ لوگ اقرار کرتے ہیں کہ ہم خُدا کو مانتے ہیں مگر یہ دیکھتا ہوں کہ اس اقرار کے ساتھ ہی وہ دنیا کی نجاستوں میں مبتلا اور گناہ کی کدُورتوں سے آلودہ ہیں۔ پھر وہ کیا بات ہے کہ وہ خاصہ جو ایمان باللہ کا ہے اس کو حاضر ناظر مان کر پیدا نہیں ہوتا؟ دیکھو۔ انسان ایک ادنیٰ درجہ کے چوہڑے چمار کو حاضر ناظر دیکھ کر اس کی چیز نہیں اٹھاتا۔ پھر اس خُدا کی مخالفت اور اسکے احکا م کی خلاف ورزی میں دلیری اور جرأت کیوں کرتا ہے جس کی بابت کہتا ہے مجھے اس کا اقرار ہے میں اس بات کو مانتا ہوں کہ دنیا کے اکثر لوگ ہیں جو اپنی زبان سے اقرار کرتے ہیں کہ ہم خُدا کو مانتے ہیں کوئی پرمیشر کہتا ہے کوئی گاڈ (GOD) کہتا ہے کوئی اور نام رکھتا ہے۔ مگر جب عملی پہلو سے ان کے اس ایمان اور اقرار کا امتحان لیا جاوے اور دیکھا جاوے تو کہنا پڑے گا کہ وہ نرا دعویٰ ہے جس کے ساتھ عملی شہادت کوئی نہیں۔

انسان کی فطرت میں یہ امر واقعہ ہے کہ وہ جس چیز پر

حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ
اور
عالمگیر جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد

1. اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان
2. آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ بالفاظ بانی سلسلہ احمدیہ:۔ "اِس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد کوئی نہیں آئے گا نیا ہو یا پُرانا"، "جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اُسے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔"، "میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ ﷺ پر ختم ہو گئی۔"
3. قرآن اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب ہے جس کا کوئی حکم منسُوخ نہیں، نہ قیامت تک منسُوخ ہو گا۔
4. بُطابق فرمانِ نبوی حضرت محمدؐ کے بعد مجدّدین آئیں گے۔ اِس امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو نبی نہ ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ اُن سے کلام کرے گا۔ رجال یکلمون من غیر ان یکونو انبیاء
5. ہم تمام صحابہ کرامؓ اور تمام آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہل سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہل تشیع کے اور کسی صحابی یا امام، محدث یا مجدّد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔
6. ہر ایک شخص جو لَاۤاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہ کا اقرار کرتا ہے اصولاً مسلمان ہے، خواہ اُس کا تعلق کسی بھی فرقہ سے ہو۔
7. حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعویٰ مجدّد، مسیح موعود اور مہدی ہونے کا تھا۔ نبی ہونے کا ہر گز نہیں۔ اُن کے اپنے الفاظ میں: "اور اِن لوگوں نے مجھ پر افتراء کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔"

ہمیں کسی دُنیاوی پارلیمنٹ سے مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ نہیں چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ہم مسلمان ہوں یہ کافی ہے۔

یقین لاتا ہے اس کے نقصان سے بچنے اور اس کے منافع کو لینا چاہتا ہے۔ دیکھو سنکھیا ایک زہر ہے اور انسان جبکہ اس بات کا علم رکھتا ہے کہ اس کی ایک رتی بھی ہلاک کرنے کو کافی ہے تو کبھی وہ اس کو کھانے کیلئے دلیری نہیں کرتا اس لئے کہ وہ جانتا ہے۔ اس کا کھانا ہلاک ہونا ہے۔ پھر کیوں وہ خُداتعالیٰ کو مان کر ان نتائج کو پیدا نہیں کرتا جو ایمان باللہ کے ہیں۔ اگر سنکھیا کے برابر بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان ہو تو اس کے جذبات اور جوشوں پر موت وارد ہو جاوے مگر نہیں ۔یہ کہنا پڑے گا کہ نرا قول ہی قول ہے۔ایمان کو یقین کا رنگ نہیں دیا گیا ہے۔ یہ اپنے نفس کو دھوکا دیتا ہے اور دھوکا کھاتا ہے جو کہتا ہے کہ میں خُدا کو مانتا ہوں۔
پس پہلا فرض انسان کا یہ ہے کہ وہ اپنے اس ایمان کو درست کرے جو وہ اللہ پر رکھتا ہے یعنی اس کو اپنے اعمال سے ثابت کر دکھائے کہ کوئی فعل ایسا اس سے سرزدنہ ہو جو اللہ تعالیٰ کی شان اور اس کے احکام کے خلاف ہو۔
یہ دھوکا جو انسان کو لگتا ہے کہ وہ خُدا کو مانتا ہے ۔ باوجودیکہ عملی شہادت اس ایمان کے ساتھ نہیں ہوتی۔ درحقیقت یہ بھی ایک قسم کی **مرض** ہے جو خطرناک ہے۔ مرض دو قسم کی ہوتی ہے ۔ ایک مرض **مختلف** ہوتی ہے۔ یہ وہ ہوتی ہے جس کا درد محسوس ہوتا ہے جیسے درد سر یا درد گردہ وغیرہ۔ دوسری قسم کی مرض کو **مرض مستوی** کہلاتی ہے۔ اس مرض کا درد محسوس نہیں ہوتا اور اس لئے مریض ایک طرح اس کے علاج سے تساہل اور غفلت کرتا ہے۔ جیسے برص کا داغ ہوتا ہے۔بظاہر اس کا کوئی درد یا دکھ محسوس نہیں ہوتا لیکن آخر کو یہ خطرناک نتائج پیدا کرتا ہے پس خُدا پر ایسا ایمان جو عملی شہادتیں ساتھ نہیں رکھتا ہے ‘ایک قسم کی مرض مستوی ہے۔ صرف رسم و عادت کے طور پر مانتا ہے یا یہ کہ باپ دادا سے سنا تھا کہ کوئی خُدا ہے اس لئے مانتا ہے۔ اپنی ذات پر محسوس کر کے کب اس نے اللہ کا اقرار کیا؟ یہ اقرار جس دن اس رنگ میں پیدا ہوتا ہے۔ ساتھ ہی گناہوں کی میل کچیل کو جلا کر صاف کر دیتا ہے اور اس کے آثار ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ جب تک آثار ظاہر نہ ہوں ‘ماننا نہ ماننا برابر ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ یقین نہیں ہوتا اور یقین کے بغیر ثمرات ظاہر نہیں ہوسکتے۔ دیکھو جن خطرات کا انسان کو یقین ہوتا ہے۔ ان کے نزدیک ہرگز نہیں جاتا مثلاً یہ خطرہ ہو کہ گھر کا شہتیر ٹوٹا ہوا ہے تو وہ کبھی اس کے نیچے جانے اور رہنے کی دلیری نہ کرے گا۔ یا یہ معلوم ہو کہ فلاں مقام پر سانپ رہتا ہے اور وہ رات کو پھرا بھی کرتا ہے تو کبھی یہ رات کو اٹھ کر وہاں نہ جائے گا کیونکہ اس کے نتائج کا قطعی اور یقینی علم رکھتا ہے۔ پس اگر خُدا کو مان کر ایک پیسہ کے سنکھیا جتنا بھی اثر اور یقین نہیں ہوتا تو سمجھ لو کہ کچھ بھی نہیں مانتا اور اصل یہ ہے کہ **ساری خرابی کی جڑھ گیان کی کوتاہی ہے۔**
پنڈت صاحب:۔ میرا اصل منشاء تو یہ ہے کہ خُدا کی ہستی پر تو ایمان ہے مگر پھر بھی گناہ ہوتے ہیں۔
حضرت اقدس:۔ آپ کیوں کہتے ہیں کہ ایمان ہے۔ ایمان تو انسان کے نفسانی جذبات کو مردہ کر دیتا ہے اور گناہ کی قوتوں کو سلب کر دیتا ہے۔ آپ کو یہ سوال کرنا چاہئے کہ گناہ سے بچنے کا کیا علاج ہے۔ میں یہ کبھی نہیں مان سکتا کہ ایمان بھی ہو اور گناہ بھی ہو۔ **ایمان روشنی ہے** اس کے سامنے گناہ کی ظلمت رہ نہیں سکتی۔ بھلا یہ کبھی ہو سکتا ہے کہ دن بھی چڑھا ہوا ہو اور رات کی تاریکی بھی بدستور موجود ہو۔یہ نہیں ہو سکتا۔ پس اصل سوال یہ رہ جاتا ہے کہ **گناہ سے کیونکر بچیں**۔ اس کاعلاج وہی ہے جو میں نے بیان کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر سچا ایمان پیدا ہو۔
پنڈت صاحب:۔ بیشک میرا یہ کہنا کہ خُدا کو مانتا ہوں اپنے آپ کو دھوکا دینا ہے۔
حضرت اقدس :۔ پس یہی اصل بات ہے جب تک عملی شہادتیں ساتھ نہ ہوں۔ یہ نفس کا دھوکا ہے جو کہتا ہے کہ مانتا ہوں۔ سچا ایمان گناہ کو باقی نہیں رہنے دیتا اور سچا ایمان کیونکر پیدا ہوتا ہے۔ آپ یاد رکھیں جو مریض طبیب کے پاس جاتا ہے تو طبیب اس کی مرض کو تشخیص کر کے ایک علاج اس کا بتا دیتا ہے۔ اس کا فرض ہے کہ وہ بیمار کو متنبہ کر دے علاج کرنا نہ کرنا یہ مریض کا اپنا اختیار ہے۔ وہ یہ بتا دے گا کہ داغ لگانے کی جگہ ہے تو داغ دو یا جونک لگاؤ وغیرہ یعنی جو علاج ہو وہ بتا دے گا۔ اسی طرح پر ہم اصل علاج بتا دیتے ہیں کرنا نہ کرنا ہر شخص کے اپنے اختیار میں ہے۔
پس اصل بات یہ ہے کہ جب خُداتعالیٰ ان آنکھوں سے نظر نہیں آتا اور نہ ان حواس سے ہم اس کو محسوس کر سکتے ہیں کیونکہ اگر وہ ان محسوسات میں سے ہوتا۔ جن کیلئے یہ حواس ہیں تو بے شک وہ نظر آجاتا یا محسوس ہو سکتا مگر ان حواس میں سے کوئی حس اس کیلئے بکار نہیں۔ اب کی شناخت کے خاص وسائل ہیں اور اور حواس ہیں گو حکیموں برہموؤں اور فلاسفروں نے بجائے خود ٹکریں ماری ہیں۔لیکن وہ سب غلطیوں میں مبتلا ہیں اور وہ ایمان جو انسان کی زندگی میں ایک حیرت انگیز تبدیلی پیدا کر دیتا ہے ان کو نصیب نہیں ہوا۔ جب خود ان کی یہ حالت ہے تو وہ دوسروں کے لئے ہادی اور رہنما کیونکر ہو سکتے ہیں جو خود مشکلات میں مبتلا ہیں اور جن کو خود سکینت اور اطمینان نہ ہو وہ اوروں کے لئے کیا

اطمینان کا موجب ہوں گے۔ اس سلسلہ کی راہ کے چراغ دراصل انبیاء علیہ السلام ہیں۔ پس جو شخص چاہتا ہے کہ وہ نورِ ایمان حاصل کرے اس کا فرض ہے کہ اس راہ کی تلاش کرے اور اس پر چلے بدوں اس کے ممکن نہیں کہ معرفت اور سچا گیان مل سکے جو گناہ سے بچاتا ہے اور ہر ایک شخص فیصلہ کر سکتا ہے کہ کس شئے کا اتباع اس وقت حقیقی ایمان اور ایمان پیدا کردیتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ جب انسان سچائی پر قدم مارنے لگتا ہے ۔ مومن کیلئے ضروری ہے کہ وہ دیوانہ بنے کسی ننگ و عار کی سچائی کیلئے پرواہ نکرے۔ جب تک وہ ان قیوّد کا پابند ہے وہ مومن نہیں ہو سکتا ۔

از عمل ثابت کن آں نورے کہ در ایمان تست
دل چو دادی یوسفے را راہ کنعاں را گزیں۔

یتیموں، مسکینوں اور محروموں کی خیر گیری نہ کرنے والا دین کو جھٹلاتا ہے۔

(چوہدری ریاض احمد صاحب لاہور، پاکستان)

اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ۝ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ۝ وَلَا يَحُضُّ عَلٰي طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَاۗءُوْنَ ۝ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝

ترجمہ ”:اللہ تعالیٰ بے انتہا رحم والے ، باربار رحم کرنے والے کے نام سے . کیا تو نے اس شخص کی حالت پر غور کیا جو دین کو جھٹلاتا ہے ۔ یہ وہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا ۔ پس ان نمازیوں کے لئے تباہی ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں ۔ جو دکھاوا کرتے ہیں اور خیرات کو روکتے ہیں۔(سورۃ الماعون آیت 1 تا7)

اس سورۃ مبارکہ میں یتیموں اور مسکینوں کا ذکر کیا گیا ہے ۔ قرآن میں جو کچھ نبی کریم صلعم سے کہا جاتا ہے وہ تمام اُمت کے لئے اور تمام وقتوں کے لئے ہوتا ہے ۔ قرآن مجید ، ایک پُرحکمت کتاب ہے ۔ جس کی حکمت کا دائرہ انتہائی وسیع ہے اور نبی کریم صلعم اس حکمت خداوندی کا شاہکار ہیں۔ نبی کریم صلعم کو بھی یتیمی کے دور سے گزرنا پڑا، آپؐ کے والد ماجد آپؐ کی پیدائش سے بھی پہلے فوت ہوچکے تھے اور آپؐ کی والدہ محترمہ جب آپ صلعم سے جدا ہوئیں تو اس وقت آپ صلعم صرف 6 برس کی عمر کو پہنچے تھے ۔ معلوم ہوا کہ خود آپ صلعم کی ذات مبارک نے یتیمی میں پرورش پائی ۔ اس میں حکمت خداوندی پوشیدہ نظر آتی ہے ۔ چنانچہ آپ صلعم سے بڑھ کر معاشرے کے اس محروم طبقے کی مشکلات اور دُکھ درد کو کون جان سکتا تھا ۔ اللہ کے قانون قدرت کے مطابق سوسائٹی میں امیر غریب ، بڑا چھوٹا ، سب شامل ہوتے ہیں ، اس لئے اللہ تعالیٰ نے جہاں مومنوں کو رشتہ داروں اور قریبیوں کے حقوق کی نگہداشت کی تاکید کی ہے وہاں یتیموں اور مسکینوں کے حقوق پر بہت زور دیا ہے ۔ دنیا کی یہ اونچ نیچ کسی مصلحت کے تحت خدا نے رکھی ہے ، اس سے دنیا کا نظام قائم ہے ، ہر دو طبقات ایک دوسرے کے لئے امتحان ہیں ۔ یتیم انسان ماں باپ کی شفقت سے محروم ہوجاتے ہیں ۔ چھوٹی عمر میں ماں کی شفقت اور پیار اور باپ کی محبت اور نگہداشت انسانی کردار کو سنوارنے اور بنانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں ۔ جو شخص اس نعمت سے محروم ہوجاتا ہے وہ احساس کمتری کا شکار ہوجاتا ہے ۔

مسکینی کی حالت میں بھی انسان لاچار اور بے بس ہوتا ہے ۔ وہ زمانہ کے حوادث کا مقابلہ کرنے کے قابل نہیں رہتا ۔ مسکین وہ کہلاتا ہے جس کے پاس خاطر خواہ کمائی کے ذرائع نہ ہوں ، بعض لوگوں کے پاس ہنر ہوتا ہے لیکن اسے کام میں لانے کے لئے صحیح ٹول نہیں ہوتے یا اس کے پاس ضروری تعلیم یا سرمایا نہیں ہوتا اور وہ سفید پوشی کی وجہ سے کسی کے آگے ہاتھ بھی نہیں پھیلا سکتے یا ان کا کوئی عضو ناکارہ ہوجاتا ہے اور وہ کام کے قابل نہیں رہتا ۔

یتیموں اور مسکینوں کی امداد اللہ تعالیٰ نے مومن پر فرض کردی ہے: ۔ سورۃ البقرہ میں قریبیوں ، یتیموں اور مسکینوں پر مال خرچ کرنے کو بڑی نیکی قرار دیا ہے ۔فرمائیہ۔ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰي حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّاۗىِٕلِيْنَ ”: اور اس کی محبت کے لئے قریبوں اور یتیموں اور مسکینوں اور رمسافروں اور سوالیوں کو غلام آزاد کرنے میں مال دے ۔(آیت177) ۔اسی طرح سورۃ الدھر میں فرمایاوَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰي حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَـتِـيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝ ”اور اس کی محبت کی وجہ سے مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں(آیت-8)غرض شفقت اعلیٰ خلق اللہ کو خُدا نے بہت پسند فرمایا ہے اور اسے مومن کا وصف قرار دیا ہے ۔

یتیم اور مسکین ہمارے اڑوس پڑوس ہی میں ہوتے ہیں اور ہماری سوسائٹی کا حصہ ہیں ۔ ہمارے مشاہدے میں ہوتا ہے کہ فلاں بچہ یا شخص قدرت خداوندی کے تحت ناگہانی حالات کے تحت

یتیم اور مسکین بن جاتا ہے اس میں تقدیر کا ہاتھ ہوتا ہے ، اگر بروقت ان کے سرپر دست شفقت نہ رکھا جائے تو یہی لوگ سوسائٹی پر بوجھ بن کر خرابی کا باعث بنتے ہیں ۔

مثلاً جنگ کے بعد سینکڑوں بچے یتیم ہوجاتے ہیں اور لاکھوں انسان مسکین بن جاتے ہیں ۔ جن کے کاروبار یا روزگار تباہ ہوجاتے ہیں اور وہ بے بس اور لاچار ہوتے ہیں ۔ اسی طرح سیلاب ، زلزلہ اور دیگر ایسی آفات کی وجہ سے بھی یہی صورت حال سامنے آتی ہے ۔ ایسی صورت میں اگر حکم خداوندی پر پوری قوم عمل درآمد کرے تو ان لوگوں کی محرومی دور ہوسکتی ہے اور معاشرے میں بہتری اور بے سروسامانی کافی حد تک کم ہوسکتی ہے ۔ یہاں ذکر ہورہا ہے اس طبقہ کا جو معاشرے میں رہتے ہوئے محرومی کا شکار ہوجاتے اور اپنے ذرائع یا زور بازو سے کمانے کے قابل نہ ہوں ۔ اب ان کی امداد خالی ہمدردی کے دو بول بولنے سے نہیں ہوسکتی جب تک عملی طورپر روپیہ پیسہ سے ان کی امداد نہ کی جائے اور یہ امداد اس کو نہیں کہتے کہ ایک وقت کا کھانا کھلا دیا یا چند ضرورت کے کپڑے خرید کر دے دیئے ۔ بات دراصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانوں میں ایک طرح کی محبت ، الفت ، یگانگت اور مساوات قائم کرنا چاہتا ہے جس سے معاشرے میں اخوت کی فضا قائم ہو اور لوگوں کے درمیان بجائے نفرت اور حسد کے نیکی اور چاہت پیدا ہوجائے ۔ اس لئے مال کو خداکی راہ میں خرچ کرنے پر زور دیا گیا ہے ۔ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ۔"نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو" ۔(البقرۃ۔43)پھر فرمایا وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ : اور اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہیں دیا ہے۔ (سورۃ البقرہ۔3)یہ ترغیب قرآن میں باربار دہرائی گئی ہے ۔اور مومن کی تعریف میں فرمایا وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰي حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَـتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝ اِنَّمَا نُـطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَاۗءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝ ۔"اور اس کی محبت کی وجہ سے مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ہم تمہیں صرف اللہ کی رضاکی خاطر کھانا کھلاتے ہیں ہم نہ تم سے بدلہ چاہتے ہیں اور نہ ہی شکریہ"۔(سورۃ الدھر 8,9) یہاں مومنوں کے خلوص کو بتایا ہے اور یہی ہیں جو مخلصین لہ الدین کہلاتے ہیں ۔ بلا کسی غرض کے مخلوق کی خدمت کرنا ۔

پھر سورۃ البلد میں فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۝ يَّـتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝ جہاں اونچی گھاٹی پر چڑھنے کا ذکر ہے یعنی بظاہر مشکل لیکن بلند ترین مقام ہے وہاں بھی ان ہی چیزوں کو دُہرایہ "کسی گردن کا آزاد کرنا یابھوک کے دن میں کھانا کھلانا قریبی یتیم کو یا مٹی سے ملے ہوئے مسکین کو"۔(سورۃ البلد 11تا16)جیسے میں نے پہلے عرض کیا ایک دن کے کھانا کھلانے سے کچھ نہیں بنتا بلکہ مستقل طورپر ان کی محتاجی دور کرنے کا حکم ہے ۔ مثلاً گردن تو اسی طرح چھڑائی جاسکتی ہے کہ قیدی پر اگر جرمانہ ہے تو اسے ادا کردیا جائے یا اس کے مقدمہ کی پیروی کر کے رہائی دلائی جائے ۔

سورۃ الضحیٰ میں فرمایا۔اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۝ وَوَجَدَكَ ضَاۗلًّا فَهَدٰى ۝ وَوَجَدَكَ عَاۗىِٕلًا فَاَغْنٰى ۝ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝ وَاَمَّا السَّاۗىِٕلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝ "اس نے تجھے یتیم پایا سو پناہ دی اور تجھے طالب پایا تو راستہ بتایا ، تنگ دست پایا تو غنی کیا ، سو یتیم پر سختی نہ کر ، سوالی کو نہ ڈانٹ" ۔(سورۃ الضحیٰ 6تا10)یہ تعلیم دراصل ہمارے لئے ہے ۔ ایسی حالت ہر انسان پر آتی ہے یا آسکتی ہے کہ وہ مشکلات میں گھر جاتا ہے اور کوئی راستہ نظر نہیں آتا تو خُدا ہی ہے جو انسان کو راستہ دکھلاتا ہے اور مدد کرتا ہے چنانچہ جب ہم اس قابل ہوں تو شُکر گزاری اسی میں ہے کہ محرُوم طبقہ سے اظہار ہمدردی اور ان کی بہتری کی ہر ممکن کوشش کی جائے یہی دین کی غرض ہے یعنی یتیم اور سائل کی ہر ممکن مدد کی جائے ۔فرمایا۔فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ۝ وَلَا يَحُضُّ عَلٰي طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝ " کیاتو نے اس شخص کی حالت پر غور کیا جو دین کو جھٹلاتا ہے ، یہ وہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے"۔(سورۃ الماعون 1 تا 2)یہاں تعجب اور استفسار کے رنگ میں سوال کیا گیا ہے ۔ وہ اس لئے کہ جس شخص کا ذکر ہورہا ہے وہ کہنے کو تو مسلمان اور مومن کہلاتا ہے بس اس کی اصلیت اس کے ظاہر سے مختلف ہے ۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک شخص مسلمان کہلائے اور اسے حقوق العباد کا پتہ نہ ہو دوسرے لفظوں میں اسے شفقت علی خلق اللہ بجا لانے میں تعامل ہو ۔ یعنی یہ جانتے ہوئے کہ اس کے مال میں یتیم کا حصہ بھی ہے وہ نظر انداز کرتا ہے غریبوں اور مسکینوں اور یتیموں کی فلاح بہبود کی طرف اس کا کوئی دھیان نہیں ۔

ایسا شخص گویا سمجھتا ہے کہ میں تو اس کی ایسی حالت کا ذمہ دار نہیں ہوں ۔ اسے خُدا نے بنایا ہی ایسا ہے ۔ دین کی رُوح کو نہ پہچانا گویا دین کو جھٹلانا ہے ۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے حقوق اللہ کی بات نہیں کی ، نماز، روزہ ،حج اور زکوٰۃ اپنی جگہ ۔یہاں حقوق العباد کی بات ہورہی ہے ۔گویا کہ دونوں کی بجاآوری لازم و ملزُوم ہیں ۔ انسان حقوق اللہ بجا لائے اور حقوق العباد کو نظر انداز کرے تو بے معنی ہے اسی طرح پر حقوق العباد ادا کرے ۔ حقوق اللہ ادا نہ کرے تو بے معنی ہے ۔فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ ۔"ایسے نمازیوں کے لئے تباہی ہے جو اپنی نماز سے

غافل ہیں۔" ۔(سورۃ الماعون 4 تا5)

نماز کا اصل مقصد انسانی کردار اور اخلاق کو سنوارنا ہے ۔ نماز وہ ہے جو انسان میں عاجزی و انکساری ، مروت ، غمگساری پیدا کرتی ہے ۔ اللہ کے آگے سر بسجود ہونے کا تو مطلب ہی یہ ہے کہ دوسروں کے ساتھ نرمی ، رحم اور خدمت کا جذبہ پیدا ہو ، خدا نے ہمیں نعمتیں عطا کی ہیں تو ہم دوسروں کو دیں گے اور اگر وہ ہمیں دیتا ہی نہ تو آپ بھی کسی سے مانگ رہے ہوتے تو کیا ہوتا۔

آیئے ہم نبی کریم صلعم کے یتیموں اور مسکینوں کے متعلق طرزِ عمل پر نظر ڈالتے ہیں. عمرے سے فارغ ہونے کے بعد حضورؐ نے مکہ سے واپسی کا ارادہ فرمایا تو ایک لڑکی چچا چچا کہتی ہوئی دوڑتی چلی آئی۔ یہ حضرت امیر حمزہؓ کی بیٹی ہے۔یہ دیکھتے ہوئے حضرت جعفر طیارؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ بچی مجھے ملنی چاہیے کیونکہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے ۔ میں اس کی دیکھ بھال بہتر طریق پر کرسکتا ہوں ۔ وہ اس لئے کہ میرے گھر میں اس کی خالہ ہے ۔

دوسری طرف حضرت زیدؓ نے درخواست کی کہ بچی انہیں دی جائے کیونکہ اس کے والد میرے دینی بھائی تھے ۔ حضرت علیؓ کا اِصرار جاری تھا کہ چونکہ بچی میری گود میں آئی ہے لہذا یہ مجھے ہی ملنی چاہیے ۔ حضورؐ نے سب کی باتوں کو غور سے سنا پھر بچی کو اس کی خالہ کے سپرد کرتے ہوئے کہا کہ خالہ ماں کے برابر ہوتی ہے ۔ حضورؐ کے دل میں یتیم کے لئے بے حد رحم و کرم موجزن تھا ۔

بشیر ابن عقربہؓ کا بیان ہے کہ میں غزوہ اُحد کی وہ شام فراموش نہیں کرسکتا جو بیک وقت میری بدنصیبی اور پھر خوش نصیبی کی شام تھی ۔ اُحد کے میدان میں سناٹے کا عالم تھا ۔ سب شہید دفن کے لئے جاچکے تھے ۔ اور بعض شہدا کی لاشیں ان کے وارث مدینہ لے جارہے تھے ۔ حضورؐ ایک چٹان پر تشریف فرما تھے ۔میری عمر اس وقت 12 سال کے قریب تھی ۔ میری آنکھیں اپنے والد کی تلاش میں تھیں ۔ میرے والد گھر سے جہاد میں حصہ لینے کو آئے تھے ۔اسی تگ و دو میں مَیں حضورؐ کے قریب جا پہنچا ۔سلام عرض کیا۔ حضورؐ نے مجھے پہچان لیا۔ میں نے عرض کیا کہ میرے باپ کا کیا حال ہے ۔ آپ ؐ کی نگاہیں جھک گئیں فرمایا بیٹا وہ شہید ہوگئے ان پر خُدا کی رحمت ہو ۔میری آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا ۔ کیا میں یتیم ہوگیا ؟ میرا کیا ہوگا ؟ زندگی کیسے گزرے گی ؟ کون میرا سہارا بنے گا ؟ تو میں رونے لگا ۔

حضورؐ نے میری یہ حالت دیکھی تو اُٹھ کھڑے ہوئے ۔ میرے قریب تشریف لائے اور مجھے سینے سے لگا لیا۔ میرے سر پر ہاتھ پھیرا پھر مجھے اپنے ساتھ سواری پر بٹھایا اور کہا بشیر کیا تجھے پسند نہیں کہ آج سے میں تیرا باپ ہوں اور سیدہ عائشہؓ تیری ماں ، مجھے ایسے لگا جیسے دو جہانوں کی خوشیاں مجھے مل گئیں ۔میں نے اپنا باپ کھویا تو بدنصیب تھا لیکن اللہ نے مجھے ایسا باپ عطا کیا جس کی نظیر اوّلین و آخرین میں نہیں مل سکتی۔

یتیم کے متعلق نبی کریم صلعم کی نصائح:۔ بھلا دُنیا میں ایسا کون شخص ہوگا جسے اچھے گھر کی خواہش نہ ہو جس میں ہر آسائش ہو اور پھر خواہش ہوتی ہے کہ گھر امن کا گہوارہ ہو ، باہمی محبت اور الفت ہو ، ایک دوسرے کی غمگساری کا جذبہ ہو ، اور آپس میں کوئی رکابت نہ ہو ۔

لیکن انسانی طبیعتیں اتنی مختلف ہوتی ہیں اور پھر تربیت کے فُقدان کی وجہ سے گھروں میں باہمی رنجشیں اور تنازعے شروع ہوجاتے ہیں گھر جہنم نار بن جاتا ہے گھر میں اللہ کا دیا سب کچھ ہے لیکن جس گھر میں سکون نہیں وہاں دلوں میں راحت کہاں ہوسکتی ہے ۔

گھر کو پرسکون بنانے کا ایک نسخہ حضور صلعم نے ہمیں بتایا ہے ۔آپ نے ارشاد فرمایا : مسلمانوں کے گھروں میں سب سے بہتر وہ گھر ہے جس میں کوئی یتیم رہتا ہو ، اور پھر اس سے اچھا سلوک بھی کیا جاتا ہو اور مسلمانوں میں سب سے بُرا گھر وہ ہے جس میں یتیم تو رہتا ہو مگر اس سے بدسلوکی کی جارہی ہو ۔مشکوٰۃ شریف میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص حضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا حضور صلعم میرا دل بہت سخت ہے میں کیا کروں ، جانتے ہو حضور نے کیا کہا۔ آپؐ نے فرمایا کہ یتیم کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا کرو اور مسکینوں کو کھانا کھلایا کرو ، تمہارے دل کی بیماری دور ہوجائے گی ، کسی یتیم کی کفالت کا ذمہ لے لینا اسے اپنے گھر رکھنے کے برابر ہے۔

نسائی میں حضرت خویلد بن عمروؓ سے روایت ہے کہ حضور صلعم نے ارشاد فرمایا کہ اے میرے اللہ میں دو کمزور قسم کے لوگوں کے حق کو محترم قرار دیتا ہوں ، یتیم اور بیوی کے حق کو ، اسلام سے پہلے یہ دونوں طبقے نہایت مظلوم تھے ۔ لوگ یتیموں کا مال ہڑپ کرلیتے اور پھر ان پر طرح طرح کے مظالم کرتے ۔ اسی طرح اپنی بیوی کے حقوق پامال کرتے اور ان سے بدسلوکی کرتے اور انہیں ستاتے ، اسلام نے ان دونوں طبقوں کی دستگیری کی اور انہیں معاشرے میں باعزت مقام دیا جس کا تصوّر کسی اور مہذّب معاشرے میں نہیں پایا جاتا ۔

ایک حدیث میں ہے ، یتیم پر ظلم ہوتا ہو تو اللہ کا عرش کانپنے لگتا ہے کیونکہ اللہ کے سوا اس کا کوئی والی وارث نہیں ہوتا۔ جو خیرات کو روکتے ہیں ،ماعون ان چھوٹی چھوٹی چیزوں کو کہتے ہیں جو ہم ایک دوسرے سے مانگتے ہیں ، مثلاً گھر کی اشیاء اور ماعون کے معنی زکوٰۃ کئے گئے ہیں ۔

چھوٹی بڑی چیزیں ، برتنے کی ،پہننے کی ، گھریلو استعمال کی ایک دوسرے سے مانگنے کے بارے میں امام بخاری اپنی کتاب میں الگ باب باندھا ہے اس میں وہ لکھتے ہیں کہ اُم المومنین حضرت عائشہؓ کے پاس ایک گاڑھے کی کُرتی تھی ، شادی بیاہ کے موقع پر جب کبھی دُلہن کو بنانے سنوارنے کا موقع آتا اور اچھے جوڑے کی ضرورت پڑتی تو صحابیات حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوتیں اور ان سے یہ کُرتی مانگ کرلے جاتیں ۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے ایک دفعہ ارشاد ہوا مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں جب کوئی کسی کو سلام کرے تو دُوسرا اُس سے بہتر جواب دے او ر ماعون کا انکار نہ کرے۔صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلعم ماعون سے کیا مراد ہے ارشاد ہوا پتھر، لوہا اور ایسی ہی دیگر چیزیں ،صحابہؓ نے عرض کیا حضور صلعم کچھ تفصیل فرمادیں ۔فرمایا روزہ مرہ کے برتنے کی چیزیں جیسے پیتل ، کدال ، دیگچیاں اور ایسی چیزوں کے مانگنے کو ہم ماعون کہتے ہیں۔روزمرہ زندگی میں معمول ہے کہ انسان اپنی ضرورت پوری کرنے کو عزیزوں اور پڑوسیوں سے کچھ وقت کے لئے ایسی چیزیں مانگ لیتا ہے مثلاً کرسیاں ، میز ، برتن ، کھانے پینے کی اشیاء ۔

قبیلہ نمیر کا ایک وفد حضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ جاتے وقت کہا حضور ہمیں کوئی نصیحت فرمائیے ۔ ارشاد ہوا سورۃ ماعون میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو قیامت کو جھٹلاتا ہے۔ وہ اس لئے کہ اسے آخرت میں حساب کتاب کا خوف نہیں ، اسی وجہ سے دنیا میں اس کی سنگدلی کا یہ عالم ہے کہ یتیموں کا مال ہڑپ کرجاتا ہے اور کبھی ان کو بے گھر کردیتا ہے ، کبھی کسی یتیم اور مسکین کو دو لقمے نہیں کھلاتا۔

صحابہ برتنے کی چیزیں ایک دوسرے کو دیا کرتے ، یہی حال امہات المومنین کا بھی تھا ، مسلمانوں کو یہ سکھایا گیا ہے کہ سب مسلمان ایک سوسائٹی کا فرد اور آپس میں بھائی بھائی ہیں اس لئے ایک دوسرے کے کام آنا چاہیے ۔

ماعون کے معنی زکوٰۃ کے بھی کئے گئے ہیں اگر یہ معنی لئے جائیں تو زکوٰۃ نہ دینے والوں کو سخت تنبیہ کی گئی ہے ۔ کوئی شخص زکوٰۃ دینے کے قابل ہے اور نہ دے تو اس کے لئے دوزخ کا عذاب ہے ۔ جو شخص ماعون نہیں دے سکتا وہ زکوٰۃ کیا دے گا۔

نماز اور زکوٰۃ کا حکم قرآن میں اٹھ آیا ہے اس میں سے کسی ایک پر عمل کرنا دوسرے پر عمل نہ کرنا ، دونوں کی نفی ہے ۔ یہ حکم تقریباً70 مرتبہ دُہرایا گیا ہے۔ اس لئے ماعون پر عمل نہ کرنے والے کی نماز کو یُرَآءُوْنَ کہا کہ وہ دکھاوے کی نماز ہے ۔ مسجدیں نمازیوں سے بھری ہوئی ہوتی ہیں ۔ اگر وہ نماز کی اصل روح پر عمل پیرا ہوں تو ضرور ماعون پر بھی عمل کریں اور اگر وہ نماز تو پڑھتے ہیں ، زکوٰۃ نہیں دیتے اور دوسری سب خرابیوں ، دھوکہ فریب ، کم تولنا ، ملاوٹ ، رشوت ، جھوٹ سب باتوں سے اجتناب نہیں کرتا تو یہ دکھلاوے کی نماز ہوگی جو خُدا کو سخت ناپسند ہے ، جو نماز انسان کی برائیاں دور نہیں کرتی تو وہ ریاکاری میں شامل ہوگی اور وہ کوئی فائدہ نہیں دیتی ۔لفظ ریاکاری اور اداکاری کتنے ملتے جلتے لفظ ہیں۔

جیسے نماز میں ریاکاری یہ ہے کہ دل کہیں اور ہے اور نماز پڑھی جارہی ہے تو اس سے روح پر کیا اثر ہوگا ۔ اسی طرح اداکاری کرتے وقت جو کچھ انسان کررہا ہوتا ہے وہ صرف دکھاوے کے لئے ہوتا ہے ۔

اِسلام کا تو حکم ہے کہ اگر کسی کے پاس دودھ دینے والے جانور ہوں تو وہ ان کے دودھ سے خود ہی فائدہ نہ اٹھائے بلکہ دوسروں کو بھی اس میں سے حصہ دے ۔ اسی طرح اگر کسی کے پاس سواری کا جانور ہو توخود بھی سواری کرے اور کوئی مانگے تو اسے بھی دے۔ان ساری باتوں کا مقصد ہے انسانوں کے درمیان عزت واحترام ، اخوت ، بھائی چارہ پیدا ہو ، یہی دین کا مقصد ہے ۔

احمدی کون ہے؟

ایک جگہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ جو مجھے سچ مچ مسیح موعود نہیں مانتا وہ میری جماعت میں سے نہیں۔ یہ بات حیران کُن لگتی ہے کہ ایک شخص احمدی ہو اور پھر بھی حضرت مرزا غلام احمد کو مسیح موعود نہ تسلیم کرے۔ سُو اس بات پر غور کرنا ضروری ہے کہ آپ کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔

یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ حضرت نبی کریمؐ نے مسیح کی آمد کی پیشگوئی میں فرمایا تھا کہ وہ (یعنی مسیح موعود) مسلمانوں میں بطور حکم وعدل نازل ہوگا۔

کسی بھی عربی لفظ کی لغت کی بنیاد قرآن ہے۔

مثلاً فرمایا۔فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ۔ (البقرۃ 116)یعنی اختلافات کا فیصلہ کرے گا۔ دوسرے الفاظ میں جج ہوگا۔ لیکن کیساجج ہوگا۔ بہت سے ججوں کے فیصلے دانشمندانہ نہیں ہوتے اور نہ ہی اُن میں حکمت ہوتی ہے۔تو دوسری جگہ فرمایا۔رَبِّ

هَبْ لِي حُكْمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ (الشعراء 21) میرے رَب مجھے حکمت عطا فرما۔ گویا یہ وہ شخص ہو گا جو مسلمانوں کے اختلافات کا حکمت کے ساتھ فیصلہ کرے گا۔ اور ساتھ ہی عدل کے ساتھ۔

سو لازم ہے کہ ہر احمدی اُس کے فیصلوں پر غور کرے اور جو احکامات وہ دے گیا ہے اُس پر عمل کرے۔ جس شخص کو نبی کریمؐ نے یہ اختیارات دیئے ہیں وہ کہتا ہے کہ بیعت کر کے میری فوج میں داخل ہو جاؤ۔ کچھ دوست بیعت پر اعتراض کرتے ہیں کہ کیوں کی جائے۔ بیعت حضرت نبی کریمؐ کی سُنت ہے۔ صرف مدینہ کے نو مسلموں نے نہیں بلکہ حدیبیہ کے موقع پر جاں نثار صحابہ نے دوبارہ بیعت کی۔ حدیبیہ کی بیعت انتہائی سبق آموز ہے۔ اِس لئے کہ یہ ہمیں بتاتی ہے کہ جب فیصلہ کرنے والی اتھارٹی ایک بات کا فیصلہ کر لے تو ساری قوم کو اُس فیصلے کے سامنے سر جھکا دینا چاہیے۔ نہ ابو بکرؓ، نہ عمرؓ نہ علی رضی اللہ عنہم نے کہا کہ حضور ہم تو وہ لوگ ہیں جو سینہ تان کے آپ کے سامنے ڈھال بن گئے تھے اور اپنے ہاتھوں سے تیر روکے تھے، ہم کیوں بیعت کریں؟ لیکن آج اگر کوئی ہزار روپے چندہ دے دے اور اُس کو کہا جائے کہ بیعت کرو تو اُس کو ہزاروں بہانے یاد آ جاتے ہیں۔ بیعت کے ساتھ اطاعت بھی لازم ہے۔ حضرت مولانا نورالدینؓ فرماتے تھے کہ بیعت کا مطلب ہے اپنے آپ کو بیعت لینے والے کے ہاتھ بیچ دینا۔ اور اِسی لئے بیعت کے بعد جب حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ قادیان ہی رہ جائیں تو مولانا نے بلا توقف سارے دُنیاوی کاموں پر لات مار دی۔ اور فرمایا کہ اِس کے بعد کبھی وطن کا خیال بھی میرے دِل میں نہ آیا۔ یہ ہے اصل بیعت۔ بیعت میں حضرت مسیح موعودؑ نے ارکانِ اسلام کی ادائیگی کے ساتھ حضرت مسیح موعود نے سچ اور ایمانداری پر بھی زور دیا۔ ارکانِ اسلام میں خیرات کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ اِس سلسلے میں اِس شمارے میں محترم ریاض احمد صاحب کا مضمون غور سے پڑھیں۔

ارکانِ اسلام کے علاوہ حضرت صاحبؑ نے فرمایا کہ ہر بیعت کنندہ اپنی آمدن کا سولھواں حصہ ہر ماہ باقاعدگی سے بطور چندہ ادا کرے۔ اور یہ کہ جو تین ماہ تک چندہ نہ دے وہ جماعت سے خارج سمجھا جائے۔ صرف خود ہی نہیں بلکہ اپنے بیوی بچوں کو عادت ڈالیں کہ وہ اپنا چندہ خود ادا کریں۔ یہ کہنا کافی نہیں کہ میرا خاوند چندہ دے دیتا ہے۔ کیا کھانے کے وقت کوئی کہتا ہے کہ میرے خاوند یا باپ نے کھانا کھا لیا ہے اس لئے مجھے ضرورت نہیں؟

ساتھ ساتھ حضرت صاحبؑ نے وصایا کی تحریک پر زور دیا۔ چند دِن پہلے انگلستان میں اعلان ہوا کہ اب لوگ اپنی وصیّت میں جائداد کا چوتھائی حصہ تک خیراتی اداروں کے لئے چھوڑ رہے ہیں۔ جس چیز کا اعلان حضرت صاحبؑ نے 125 سال پہلے کیا اب مغرب بھی اُسی طرف آ رہا ہے۔ اِس سکیم کی اہمیت کا اندازہ اِس سے لگا لیں کہ احمدیہ بلڈنگز کی ساری جائداد ہمارے آباؤ اجداد نے انجمن کو وصیّت کی تھی۔

حضرت صاحبؑ نے وصایا کا ایک رجسٹر بنایا تھا۔ یہ نہیں کہ چلتے چلتے کہہ دیا کہ جناب میں اپنی جائداد کا ایک تہائی حصہ جماعت کو دے رہا ہوں۔ وصیّت باقاعدہ رجسٹر ہوتی تھی۔ اور وفات کی اطلاع ملنے پر وارثین خود ہی جائداد کا ایک حصہ جماعت کے حوالے کر دیتے تھے۔ قرآن بھی یہی حکم دیتا ہے کہ کاروباری معاملات لکھ کر کرو اور یہ ایک کاروباری معاملہ ہے! اِس میں ناراضگی کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر آپ کے دِل میں حضرت صاحبؑ کی نافذ کردہ سکیموں کے متعلق کوئی شبہ آئے تو سوچیں کہ کیا آپ وہ تو نہیں کہ جن کے متعلق حضرت صاحبؑ فرما گئے ہیں کہ جو مجھے سچ مچ مسیح موعود نہیں مانتا وہ احمدی نہیں۔ حضرت صاحبؑ اِس بات پر بھی زور دیتے تھے کہ ہر احمدی ہر روز کچھ وقت جماعت کے کام کے لئے وقف کرے۔ ایک احمدی ٹانگہ چلاتا تھا۔ جو سواری بیٹھتی وہ اُس کو تبلیغ شروع کر دیتا۔ ایک احمدی تھوڑی سی انگریزی جانتا تھا وہ ریویو آف ریلیجنز کے دفتر جا کر لیبلوں پر لوگوں کے پتے لکھتا رہتا۔ حال ہی میں امریکہ میں ایک گھر کی attic سے اِس رسالے کی کاپیاں اور لیبل دریافت ہوئے ہیں۔ ذرا سوچیں کہ یہ وقت کی قربانی اُس بزرگ کے لئے صدقہ جاریہ بن گئی اور خُدا معلوم کہ اگلے جہان میں اِس قربانی نے کیا بُلند درجات دیئے ہوں گے۔ حضرت صاحبؑ کو مسیح موعود ماننے کا یہ مطلب نہیں کہ آپ اپنے آپ کو کہیں تو احمدی لیکن کریں اپنی مرضی۔ بیعت تو کریں لیکن جب مرکز ایک فیصلہ کرے جو آپ کی طبع نازک پر گراں گُزرے تو آپ اِس کو ماننے سے انکار کر دیں۔ اور اِس پر عمل نہ کریں۔ کیا آپ حکومت کے تمام فیصلوں سے متفق ہیں؟ تو کیا آپ اُن فیصلوں پر عمل نہیں کرتے جن سے آپ اختلاف کرتے ہیں؟ یہ کہنا کہ یہ ہمارا جمہوری حق ہے ایک بہانہ ہے اور کچھ نہیں۔ جمہوریت یہ نہیں کہ آپ ایک مقتدّر ادارے کے فیصلے نہ مانیں۔ جمہوریت یہ ہے کہ آپ جمہور کے اُن فیصلوں کو بھی مانیں اور اُن پر عمل کریں جو آپ کی مرضی کے خلاف ہیں۔ یہ ہے اصل جمہوریت۔ تو دوستو آؤ آج ہم یہ فیصلہ کریں کہ ہم نہ صرف حضرت صاحبؑ کے احکام پر عمل کریں گے بلکہ بلاچُوں وچرا اِن عمل کریں گے۔ خُدا ہمیں یہ توفیق دے۔ (آمین)

جلال اُنؑ کا

عرُوجِ ابنِ آدم ہے نظر اُنؑ کی خیال اُنؑ کا۔
شعُور و آگہی کیا ہے؟ ادا اُنؑ کی جمال اُنؑ کا۔
جہاں میں عظمتِ آدم کو سجدہ کس نے کرنا تھا۔
نہ ہوتا وُسعتِ کون و مکاں میں گر جلال اُنؑ کا۔
(کلامِ علوی)